سید مصطفیٰ علی بریلوی

آل انڈیا (و) آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کا اسلامی تاریخ و تمدن کے فروغ میں حصہ

آج جبکہ ہم چودھویں صدی کے اختتام پر پندرھویں صدی ہجری کی آمد کا جشن مسرت منا رہے ہیں ہمارا فرض ہے کہ اپنی سابقہ ترقیات کا جائزہ لیں اور اپنے مستقبل کے واسطے مثبت پروگرام ترتیب دیں۔ اس سلسلہ میں جب ہم اپنے ماضی قریب پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو چند ایسے اداروں کا وجود نظر آتا ہے جنھوں نے مسلمانوں کی سیاسی، سماجی اور تعلیمی پس ماندگی دور کرنے میں بے مثل کارنامے انجام دیے۔ ان اداروں کے طفیل علم و ہنر، تہذیب و تمدن کے ایسے سرچشمے جاری ہوئے جن کا فیض آج بھی آزاد مملکت پاکستان و ہند میں جاری و ساری ہے۔

مسلمانان ہند کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس جد و جہد آزادی میں جس کو انگریزوں نے «غدر» کا نام دیا تھا، مسلمانوں کو بوجوہ ناکامی سے واسطہ پڑا۔ وہ قدرتاً شدید مایوسی میں مبتلا ہو گئے۔ ایسے نازک وقت میں پردۂ غیب سے سرسید رحمتہ اللہ علیہ کی ذات منصۂ شہود پر آئی۔ انھوں نے مدرستہ العلوم علی گڑھ کی بنیاد رکھنے کے چند برس بعد (۱۸۸۶ء) میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ذریعہ مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی جد و جہد کا آغاز کیا۔ علی گڑھ تحریک کے دو پہلو تھے ایک کا تعلق تعلیم و تعلم سے تھا جبکہ دوسرے کا عوامی محاذ پر رائے عامہ کو استوار کرنے اور حکومت ہائے وقت کو مسلمانوں کی تعلیمی، سماجی اور معاشرتی فلاح کے واسطے آمادہ کرنا تھا۔

مدرستہ العلوم علی گڑھ نے مسلمانوں کی نئی نسل میں احساس کمتری کا خاتمہ کیا۔ انھیں وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کا درس دیا اور تعلیمی ہتھیار کے ذریعہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی راہ دکھائی جس کا نتیجہ تحریک پاکستان کی کامیابی کی شکل میں آج ہمارے سامنے موجود ہے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مدرستہ العلوم علی گڑھ کے قیام کے

بعد سرسید اور ان کے رفقائے کار نے بجا طور پر محسوس کیا کہ محض ایک درس گاہ بنانے سے مسلمانوں کے بے شمار مسائل کا حل نہیں نکل سکے گا - لہٰذا انھوں نے ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی - اس ادارے کے ملک کے طول و عرض میں اجلاس منعقد ہوتے تھے جن میں دور و نزدیک کے مسلمان اکابر جمع ہوتے اور انتہائی دلسوزی کے ساتھ مسلمانوں کے مقامی اور ملک بھر کے مسائل پر غور کرتے ، رزولیوشن پاس کرتے اور پھر ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں کرتے تھے - تحریک علی گڑھ کی خوبی یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کی لوکل اور علاقائی تعلیمی ، سماجی ، معاشرتی سرگرمیوں کو قدرتی انداز میں اس طرح اپنا لیتی تھی کہ صوبائی ، لسانی یا مذہبی اختلافات کا شائبہ بھی نظر نہ آتا تھا اور اس طرح صحیح اسلامی شعور پیدا ہونے میں مدد ملتی تھی - یہ ہی وجہ ہے کہ جب قائداعظم نے ملت اسلامیۂ ہند کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے کی جد و جہد شروع کی تو علی گڑھ تحریک ان کے مشن کی تکمیل میں سب سے زیادہ ممد و معاون ثابت ہوئی -

سرسید رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں آج کی طرح ذرائع ابلاغ عامہ کا وجود نہیں تھا اس لیے انھوں نے یہ کام رسالہ «تہذیب الاخلاق» اور کانفرنس کے سالانہ اجلاسوں سے لیا - قومی کاموں کے سلسلہ میں سرسید رحمتہ اللہ علیہ کے انداز فکر کے بارے میں مولوی محمد امین زبیری لکھتے ہیں :

"سرسید رحمتہ اللہ علیہ نے قومی اصلاح وتعلیم کے جو منصوبے لندن کے قیام میں بنائے تھے اب ہندوستان آتے ہی بغیر آرام کیے ان کو عمل میں لانا شروع کر دیا پہلا منصوبہ مذہبی ، معاشرتی اور عام اصلاح کا تھا - اس کے لیے ایک رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا جس کے مضمون نگاروں میں سرسید رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ اس زمانہ کے بڑے بڑے ذی علم انشاء پرداز تھے - اس رسالہ نے مسلمانوں کے خیالات و اذہان پر انقلابی اثر ڈالا - "

"تہذیب الاخلاق" کے مقاصد

سرسید رحمتہ اللہ علیہ نے رسالہ "تہذیب الاخلاق" اس غرض سے شائع کیا تھا کہ برصغیر کے مسلمان اپنے اسلاف کے کارناموں سے واقف ہو جائیں نیز مغربی مؤرخین نے مسلمانوں کی تاریخ کو جس منفی انداز میں پیش کیا ہے اس کا توڑ کیا جا سکے - سرسید احمد خاں اپنے دور کی گمراہ کن

تاریخوں سے سخت نالاں تھے چنانچہ اپنے رفیق کار نواب محسن الملک کو لکھتے ہیں:

"انگریزوں نے مسلمان بادشاہوں اور مسلمان حکمرانوں کی تاریخیں نہایت نا انصافی اور تعصب سے لکھی ہیں اور کوئی برائی نہیں جو مسلمانوں سے منسوب نہ کی ہو۔ ہماری قوم کے جوان لڑکے انگریزی میں ان تاریخوں کو پڑھتے اور دیکھتے ہیں جس سے بڑا نقص پیدا ہوتا ہے اور جو بات از راہ نا انصافی اور تعصب کے مسلمانوں کی نسبت لکھی ہے اس کو وہ سچ واقعی سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس قسم کی انگریزی کتابوں کا پیدا ہونا جن میں مسلمانوں کا حال سچائی اور انصاف سے لکھا گیا ہو مفید اور ضروری ہے"۔

سرسید اعظم کی مندرجہ بالا رہنمائی میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس نے منجملہ دیگر قومی مسائل کے شعبہ ہائے اسلامی تاریخ، اصلاح تہذیب و تمدن کو غیر معمولی اہمیت دی مثلاً ۱۸۸۹ء میں کانفرنس کے علم میں یہ بات لائی گئی کہ سرکاری مدارس میں تاریخ کی ایک گمراہ کن کتاب پڑھائی جا رہی ہے چنانچہ مولوی بشیرالدین بانی اسلامیہ کالج اٹاوہ کی تجویز اور منشی احمد علی خاں شوق مصنف "تاریخ کاملان رام پور" کی تائید سے ایک رزولیوشن پاس کیا گیا جس میں الہ آباد یونیورسٹی سے درخواست کی گئی کہ کاکس ہسٹری جو انٹرنس کے کورس میں داخل تھی اور جس میں اسلام اور بانیٔ اسلام کی نسبت اہانت آمیز الفاظ مندرج تھے کورس سے خارج کی جائے۔

۱۸۹۰ء میں کانفرنس کا اجلاس الہ آباد کے مشہور شہر میں منعقد ہوا۔ سردار محمد حیات خاں اس کے صدر تھے۔ اس جلسہ میں ایک تجویز مولوی امجد علی کی تحریک اور مشہور تاریخ دان مولوی ذکاء اللہ دہلوی کی تائید سے پاس ہوئی جس میں آنریری سیکرٹری سے خواہش کی گئی تھی کہ:

"قدیم فرامین شاہی جو لوگوں کے پاس اب تک موجود ہیں ان کو جمع کریں اور ان میں سے جو عمدہ اور مناسب ہوں ان کو بطور انشاء کے ایک کتاب میں یکجا کریں اور کانفرنس کی طرف سے اس کو چھاپیں"۔

ان فرامین میں بعض کا قلمی عکس کانفرنس کی رپورٹوں میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ نفیس فوٹوپرنٹ کی شکل میں بھی دیگر اداروں کی

طرف سے شائع ہو چکے ہیں۔

کانفرنس کے محولہ بالا ۱۸۹۰ء کے اجلاس میں حضرت اکبر الہ آبادی کی تحریک اور خود سرسید احمد خان کی تائید سے ایک اور رزولیوشن قیمتی تاریخی کتب اور فرامین کے بارے میں پاس ہوا جس کے الفاظ یہ تھے:

''اس جلسہ کی یہ رائے ہے کہ جو کارروائی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی ہوئی ہے اس میں یہ امور اور اضافہ کیے جائیں:

(الف) قدیم اور نایاب کتابیں کسی فن کی اگر کہیں دستیاب ہوں تو ان کا حال اور یہ کہ وہ کہاں اور کس کتب خانہ میں یا کس شخص کی ملکیت ہیں۔ مع اس بیان کے کہ کس زمانہ کی تحریر اور کس وجہ سے وہ قدیم و معتبر سمجھی جاتی ہے۔ اس ممبر کو جس نے اس کتاب کو دیکھا ہو اور بذات خود اس سے واقفیت حاصل کی ہو پیش کرنا اس کی شکرگزاری کا باعث ہوگا اور وہ کیفیت ضخیم روداد میں چھاپہ ہوگی۔

(ب) قدیم فرامین علی الخصوص ترکوں اور پٹھانوں کے عہد کے ضائع ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر کسی کے پاس ایسے فرامین دستیاب ہوں تو وہ اجلاس میں پیش ہوں اور ان پر جو نشان شاہی مثل طغرا اور مہر تزک یا اور کوئی مہر شاہی ثبت ہو ان کا نقش بعینہٖ بذریعہ فوٹوگراف ضمیمہ روداد میں بمع مختصر حال اس فرمان کے چھاپہ جائے۔

(ج) کسی تاریخی سلسلہ کی تحقیقات بہ ثبوت قطعی جس میں کچھ شبہ نہ ہو سکے مثلاً بذریعہ شہادت کتبوں کے جو کسی عمارت پر کندہ ہوں یا بذریعہ سکہ جات جو دستیاب ہوں یا بذریعہ فرامین شاہی جو دستیاب ہوں اور ایک کمیٹی نے جو اس کی جانچ کے لیے مقرر ہو اس کو تسلیم کیا ہو وہ بھی اجلاس میں پیش ہوا کرے اور ضمیمہ روداد میں چھاپہ ہوتا رہے اسی جلسہ میں ایک اور اہم تجویز پاس ہوئی کہ:

''یہ امر محقق گردانا جائے کہ مسلمانوں نے اصلی السنہٴ ہندوستان پر کہاں تک قدرت حاصل کی تھی۔ یہ جلسہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا امور مفصلہٴ ذیل قرار دیتا ہے:

(الف) مولوی سید علی بلگرامی سے اس امر کی استدعا کی جائے کہ ایک نسخہ منتخبات کا علامہ فیضی کے کلام سنسکرت سے

لے کر تیار کریں اور اس کلام پر بزبان انگریزی حاشیہ لکھیں کہ جہاں جہاں ان کے نزدیک باعتبار علم فلالوجی اس امر کا ظاہر کرنا ضرور ہے کہ سنسکرت اور فارسی میں جو اتحاد زبانی ہے وہ دکھایا جائے۔

(ب) مولانا الطاف حسین حالی سے اس بات کی استدعا کی جائے کہ امیر خسرو دہلوی کے کلام نظم سے جو کہ بزبان بھاکا انھوں نے تصنیف فرمائی ہے جس قدر ترجمہ ہو سکیں جمع کر لیں۔

(ج) مولوی سید اقبال علی جج ہائی کورٹ حیدرآباد دکن سے اس بات کی استدعا کی جائے کہ لفظی ترجمہ مصرعہ بہ مصرعہ نثر میں ہندی سے اردو میں کر ڈالیں۔ اس نامور نظم موسوم بہ پدماوت کا جو ملک محمد جایسی نے ملک اودھ میں لکھی ہے۔

(د) ترجمہ ہائے مذکور جب ہو چکیں تو آنریری سیکرٹری مولانا الطاف حسین حالی کی خدمت میں پیش کریں اور اس استدعا سے کہ ترجمہ نثر مذکورۂ بالا کو جس بحر میں مناسب سمجھیں بزبان اردو نظم فرمائیں۔

(ہ) آنریری سیکرٹری سے اس بات کی خواہش کی جاوے کہ کانفرنس کے خرچ سے مفصلۂ بالا کتابیں جب تیار ہو جاویں۔ طبع کرادیں اور ان کو ممبران کانفرنس میں تقسیم کر دیں۔

(و) حق تالیف و تصنیف اور مفصلہ بالا ملکیت محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ کو دی جائے۔

کانفرنس کے اجلاس ۱۸۹۱ء میں جو نواب اسحاق خاں کی صدارت میں بمقام علی گڑھ منعقد ہوا جو عملی کام ہوا اس کی کسی قدر تفصیل دی گئی ہے جو درج ذیل ہے:

''ایک نادر فرمان محمد سلیمان صاحب رئیس کاندھلہ کے متولی صاحب کے خاندان سے دستیاب ہوا۔ یہ فرمان ابوالفتح محمد شاہ بن فیروز شاہ کے زمانۂ سلطنت کا مؤرخہ ۲۲ شہر رجب المرجب ۷۹۳ ہجری کا ہے جس کو اس وقت تک پانچ سو برس سے زیادہ کا زمانہ گزر چکا ہے جو تعلیقہ خاندان کی نایاب نشانی کے طور پر ہے۔ ابوالفتح محمد شاہ جس کا یہ فرمان ہے جس پر بابر کی مہر ثبت ہے باقی اور کئی فرمان بھی ہیں جو عہد اکبر،

شاہجہان ، عالمگیر ، فرخ سیر شاہان مغلیہ کے بھی ہیں ۔

اس طرح رزولیوشن نمبر (۸) نسبت بہم پہنچانے یا تلاش کرنے کتب نایاب کے تھا ۔ اس سلسلہ میں ایک کتاب فضائل الامام من رسائل حجتہ الاسلام دستیاب ہوئی ہے جو اب نایاب ہے ۔

علامہ شبلی مرحوم نے جو مختلف رسالے ، الجزیہ ، المامون ، سیرۃ النعمان مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے بارے میں تحریر فرمائے تھے ۔ کانفرنس میں ان کی اس علمی خدمت کا اعتراف کیا گیا ۔

اجلاس کانفرنس ۱۹۲۴ء میں کانفرنس نے گورنمنٹ کو توجہ دلائی کہ عربی و فارسی کی تحقیقات کے کام کو ترقی دینے کی غرض سے صوبۂ بمبئی میں قلمی نسخہ جات کے فراہم کرنے کا انتظام کرے اور ان قلمی نسخوں کو اس طرح مرتب و طبع کیا جائے جیسا کہ سنسکرت کے نسخوں کو کیا گیا ہے ۔

اس جلسہ میں شمس العلما ڈاکٹر سید علی بلگرامی حیدرآباد سے آکر شریک ہوئے ۔ آپ نے ''کلیلہ دمنہ'' پر ایک فاضلانہ لیکچر دیا ۔

۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس سر سلیم اللہ نواب آف ڈھاکہ کی دعوت پر منعقد ہوا ۔ اسی اجلاس میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی ۔۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نامور فرزند اور مشہور ریاضی دان ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم نے یہ مسئلہ اٹھایا کہ اسلامی تاریخ کی تعلیم کے واسطے مختلف جامعات میں بہت کم وقت مختص کیا جاتا ہے ۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ تاریخ کو علم و ادب کا ایک جزو نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس کی تعلیم بحیثیت ایک جدا علم کے کم از کم تین گھنٹے فی ہفتہ سینیر کلاس میں ہونا چاہیے ۔ جو سوال ۱۹۰۶ء میں اٹھایا گیا تھا اس میں کانفرنس کو کامیابی ہوئی اور اسلامی تاریخ ایک آزاد اور علیحدہ مضمون کی حیثیت سے ہندوستان و پاکستان کی جامعات کے علاوہ انٹر نیشنل سطح پر بھی دنیا بھر کی جامعات کا جزو لاینفک ہے ۔

ہمارا صوبۂ سندھ ۱۹۳۶ء تک عظیم صوبۂ بمبئی کا حصہ تھا ۔ سندھ کے جملہ شعبہ ہائے حیات پر غیر مسلموں کی اجارہ داری تھی ۔ یہاں مسلمان اساتذہ اور متعلقہ افسران کی بیحد کمی تھی ۔ فارسی و عربی زبان جو مسلمانان سندھ کو بے حد مرغوب تھی آہستہ آہستہ ختم کی جا رہی تھی ۔ ورنا کیولر مدارس میں مسلمانوں کے مذہبی احساسات کے موافق کتب رائج کرنے میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی تھیں ۔ ۱۹۰۷ء میں

جب کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا تو ان سب مسائل پر توجہ دی گئی۔ رزولیوشن پاس ہوئے اور مشہور زمانہ تعلیمی سیس کی تجویز بھی اسی جلسہ میں پاس ہوئی جس کے نتیجہ میں سندھ کے زمینداروں نے اپنی آمدنی سے ایک پیسہ فی روپیہ تعلیمی ٹیکس دینا قبول کیا اور سندھ کے قدیم اداروں کو اس ''سیس'' سے بیش بہا فوائد حاصل ہوئے۔ اس اجلاس کے متعدد رزولیوشنوں میں سے صرف ایک درج ذیل ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بزرگان علی گڑھ مسلمانوں کی تعلیم کس نہج پر دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ رزولیوشن میجر سید حسن بلگرامی نے پیش کیا تھا۔

چونکہ اس کانفرنس کو معلوم ہوا ہے کہ سندھی زبان کے موجودہ تعلیمی نصاب میں بعض عبارتیں مسلمانوں کے عقاید کے خلاف اور دل شکن ہیں اس لیے مدارس سندھ میں موجودہ کتابوں سے بہتر کتابیں جو مسلمانوں کے خیالات اور ان کے مذہبی احساسات کے موافق ہوں رائج کرے۔

مسلمانوں میں ہمیشہ سے رواج رہا ہے کہ وہ تعلیمی قومی مقاصد کے واسطے جائیدادیں وقف کر دیتے تھے نیز حکومت ہائے وقت بھی معافیات تعلیمی دیتی تھیں۔ کلکتہ میں محسن فنڈ اس کی ایک اچھی مثال ہے جس کی بدولت مدرسہ عالیہ کلکتہ ابھی تک چل رہا ہے۔ صوبۂ سندھ میں ٹھٹہ کے سادات کو تقریباً ایک لاکھ سالانہ جائداد کی معافیات حاصل تھیں جن کی بدولت وہ علمی کاموں میں اطمینان کے ساتھ مصروف رہتے تھے۔ یہ جائیدادیں انگریزوں نے ضبط کر کے مسلمانان سندھ کے علمی سوتوں کو خشک کر دیا۔ بنگال میں نصف کے قریب صوبائی جائیدادیں وقف کی شکل میں تھیں۔ انگریزوں کی غلامی کے زمانہ میں مسلمانوں کی تعلیمی، کلچرل، تہذیبی ترقیات کا بہت کچھ دار و مدار ان معافیات اور وقف جائیدادوں پر تھا۔ ایجوکیشنل کانفرنس نے وقتاً فوقتاً اس پہلو پر توجہ کی اس سلسلہ میں بنیادی تجویز میاں محمد شفیع لاہور نے کانفرنس کے اجلاس آگرہ میں پیش کی جو درج ذیل ہے:

''اس کانفرنس کی رائے میں اب وقت آ گیا ہے کہ ان اسلامی تعلیمی اوقاف کے بنیادی حالات اور طریقۂ کارروائی کے متعلق پوری پوری تحقیقات کی جائے جو ملک کے مختلف صوبجات میں موجود ہیں اور اس کام کو سینٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سپرد کیا جائے کہ وہ فوراً اس کے متعلق کارروائی شروع کرے۔

اس سلسلہ میں انگریزوں کے زمانہ میں خاصی کامیابیاں حاصل ہو گئی تھیں لیکن ملک آزاد ہونے کے بعد یہ کام خدا کے فضل و کرم سے زیادہ منظم انداز میں ہو رہا ہے اور پاکستان و ہندوستان دونوں جگہ وقف جائیدادوں کی حکومتی و نیم حکومتی سطح پر تنظیمیں مفید کام کر رہی ہیں۔

ایجوکیشنل کانفرنس کی توجہ محض تاریخی فرامین، تاریخ اسلام کی علمی اور درسی کتب تک محدود نہیں تھی بلکہ وہ اسلامی دور کی عمارات اور آثار کے تحفظ کے واسطے بھی کوشاں تھی۔ جب ۱۹۳۰ء میں سرسید کے پوتے ڈاکٹر سید راس مسعود کی زیر صدارت بنارس کے تاریخی مقام پر ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں ایک تجویز بنارس کے مشہور اسلامی آثار یعنی مسجد سلطان قطب الدین ایبک، مسجد و مزار واقع تریا گھاٹ، مقبرہ موسوم بہ ۳۲ کھمبہ، مقبرہ مولانا حافظ امان اللہ، مقبرہ شہزادہ مرزا بلاقی کی مرمت نیز اس قسم کی دیگر تاریخی اسلامی عمارتوں کا پتہ چلانے کے واسطے ایک کمیٹی بنائی جس کے نتیجہ میں محکمہ آثار قدیمہ یو پی نے کما حقہ توجہ مبذول کی اور یہ آثار آج بھی کم و بیش بہتر حالت میں موجود ہیں۔

بر صغیر پاک و ہند میں شاید ہی کوئی یونیورسٹی اور کالج ایسا ہو جس میں اسلامی تاریخ کسی نہ کسی شکل میں نہ پڑھائی جاتی ہو۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ دہلی اور پاکستان کے جملہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اسلامک اسٹڈیز کا شعبہ پورے طور پر کام کر رہا ہے۔ اس پر سب سے پہلے ایجوکیشنل کانفرنس نے مندرجہ ذیل رزولیوشن کے ذریعہ قوم کی توجہ مبذول کرائی تھی۔

> ''اس کانفرنس کی رائے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کہ جو سر سید اور ان کے تابعین کے عالم خیال میں اسلامی علوم اور تہذیب کا مرکز و منبع ہونے والی ہے اور جس سے ہماری تمام امیدیں وابستہ ہیں۔ اسلامک اسٹڈیز کے مضمون کو زندہ کرنا لازمی ہے نیز دوسرے اسلامی اسکولوں اور کالجوں میں بھی محدود درجہ میں اس کو پڑھنا چاہیے۔''

کانفرنس کی نظر نصاب کتب پر بھی مسلسل رہتی تھی چونکہ انجمن حمایت اسلام لاہور کی کتابیں درسیات اسلامی کے لحاظ سے بیحد مفید تھیں اجلاس لاہور ۱۹۳۲ء میں اس امر کی سفارش کی گئی کہ اسلامی ادارے اور مدارس ان کتابوں کو ترجیح دیں۔

کانفرنس کی کوششوں سے سرکاری اسکولوں میں دینیات کی تعلیم کا بندوبست ہوا ۔ اس سلسلہ میں بیشمار رزولیوشن اور عرض داشتیں گورنمنٹ کو ہر سطح پر پیش کی گئیں ۔ بالآخر یہ کوششیں کامیاب ہوئیں ۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا رزولیوشن ۱۸۹۲ء کے اجلاس کانفرنس دھلی میں پاس ہوا ۔ اس کے محرک نواب وقار الملک تھے جو درج ذیل ہے :

''اس کانفرنس کے نزدیک ہر مقام پر مسلمانان سرحد جہاں گرانٹیڈ اسکول یا کالج ہیں یہ بات فرض ہے کہ جو مسلمان طالب علم گورنمنٹ کالجوں اور اسکولوں میں پڑھتے ہیں ان کی مذھبی تعلیم کا کوئی مناسب اور مستحکم بندوبست کرے ۔''

اسی طرح کانفرنس نے ائمۂ مساجد کی ٹریننگ پر بھی خصوصی زور دیا اور تجویز پاس کی کہ ضروریات وقت کے مطابق خطبات و مواعظ کی کتابیں لکھی جائیں اور ان کو مساجد میں رائج کیا جائے نیز تمام اسلامی مدارس میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو خاص اہمیت دی جائے ۔ یہ تجویز ''تحریک سیرت'' کے بانی قاضی عبدالمجید قریشی شہید مرحوم ایڈیٹر ''ایمان'' پٹی لاہور نے پیش کی تھی ۔ جیسا کہ ہم سب لوگوں کے علم میں ہے تحریک سیرت بیحد کامیاب ہوئی ہے اور بحمد اللہ روز بروز بڑھ رہی ہے ۔ اسی طرح ائمۂ مساجد کی اسکیم پر اس وقت پاکستان میں عمل ہو رہا ہے ۔

تحریک پاکستان کے زمانہ میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی جانب سے عم محترم سید الطاف علی بریلوی نے ایک مفصل تجویز اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کی مرتب کی جو ۱۰ مئی ۱۹۴۵ء کو کانفرنس ورکنگ کمیٹی نے منظور کی ۔ اس اکیڈمی کی جانب سے جن کاموں کی ابتدا ہوئی ان کی تکمیل پاکستان میں ایجوکیشنل کانفرنس اور انجمن ترقی اردو کی جانب سے ہو سکی ۔ سید الطاف علی بریلوی صاحب نے اپنی کتاب ''تعلیمی مسائل'' میں اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کے تحت شروع کیے جانے والے کام کی تفصیل درج کی ہے ۔ اقتباس ملاحظہ کیجیے :

''سب سے اہم کام کتابیات اردو کی تدوین کا ہے جو ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کی فرمائش پر ہو رہا ہے ۔ کتابیات مذکورہ میں ابتداء سے اس وقت تک کی تقریباً پچیس ہزار مطبوعہ کتابوں کا احوال باعتبار مضمون اور مصنف درج ہوگا اور اس کے شائع ہونے سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ جس جس علم و فن پر جس قدر کام ہو چکا ہے ان کی کمیت و کیفیت نگاہ میں آ جائے ۔''

مولانا مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی نے اس اہم کام میں مدد دینے کے لیے اپنی قریب قریب مستقل سکونت بیت المصنف میں اختیار کر لی ہے ۔ (قاموس الکتب انجمن ترقی اردو کی جانب سے شائع ہو چکی ہے ۔ جہاں تک معلوم ہے ، مفتی صاحب نے اپنا سارا مواد اس منصوبہ کی تیاری کا دے دیا تھا) ۔

حکیم محمد شریف الزمان شریف اکبر آبادی نے بنگش پٹھانوں کی مشہور کتاب تاریخ فرخ آباد مؤلفہ مفتی ولی اللہ صاحب کا فارسی سے اردو ترجمہ مکمل کر دیا ۔ یہ ۱۸۲۹-۳۰ء کی اہم تصنیف ہے ۔ ایجوکیشنل کانفرنس کراچی نے پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے حواشی و تعلیقات کے ساتھ عہد بنگش کی علمی تاریخ کے عنوان سے شائع کیا ہے ۔

اسی طرح ''وقایع عبد القادر خانی'' کا ترجمہ مولوی معین الدین افضل گڑھی لائبریرین مولانا حبیب الرحمان خان لائبریری (یہ لائبریری اب مولانا آزاد لائبریری کا جزو ہے) پروفیسر ایوب قادری نے اس پر بھی نوٹس اور حواشی لکھے اور کانفرنس نے کراچی سے شائع کیے ۔

کراچی میں اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ نے اپنا کام ۱۹۵۶ء میں شروع کیا اور اب تک نوے کے قریب تعلیمی ، تاریخی اور مذہبی کتابیں شائع کی ہیں ۔ ان کتابوں سے علم و ادب کی نئی راہیں کھلی ہیں ۔ امید ہے کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے کے مصداق انشا اللہ مستقبل قریب میں ہمارا ملک رشک سمر قند و بخارا ، بغداد اور قرطبہ ثابت ہوگا ۔

بات سے بات نکلتی گئی اور ہم آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی بلند پایہ تاریخی ، تعلیمی اور اصلاحی کتب کا ذکر نہ کر سکے ۔ فی الوقت چند اہم کتابوں کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۔

(۱) صولت شیر شاہی ، (۲) بشریٰ ، (۳) حیات محسن ، (۴) یاد ایام ، (۵) فطرت اطفال ، (۶) خطبات عالیہ ، (۷) التربیتہ الاستقلالیہ ، (۸) سلاطین معبر ، (۹) تاریخ ملیبار ، (۱۰) ہمایون نامہ گلبدن بیگم ، (۱۱) رسالہ اتالیق ، (۱۲) بچوں کی تعلیمی ریڈریں ، (۱۳) گنجینۂ اسکاؤٹنگ ، (۱۴) مرقع کانفرنس (۱۵) کانفرنس گزٹ وغیرہ ۔

انجمن ترقی اردو کانفرنس کی ایک شاخ تھی جو آگے چل کر خود ایک بار آور درخت بن گئی اور تاریخ و تہذیب ، زبان و کلچر کے ارتقا میں انجمن کی کامیابی بالفاظ **دیگر ہماری کامیابی ہے ۔**

اب میں اپنے مقالے کے دوسرے حصے یعنی اصلاح تہذیب و تمدن، تعلیم و معاشرت کے بارے میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کی بالخصوص اور آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی بالعموم خدمات کا ذکر کروں گا۔

اس مرحلہ پر یہ سوال قدرتاً پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب کیا ہے؟ اور کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب مولوی سید طفیل احمد منگلوری مرحوم نے جو کانفرنس کے شعبۂ اصلاح تمدن کے سیکرٹری تھے حسب ذیل الفاظ میں دیا تھا:

"مختصر طور پر اس سوال کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اسلامی تہذیب نام ہے بانی اسلام کے نقش قدم پر چلنے کا۔"

"دنیا کے دوسرے مذاہب کی طرح اسلام صرف چند عقاید مخصوصہ کا نام نہیں بلکہ وہ زندگی کا ایک مکمل ضابطہ یا بالفاظ دیگر مکمل تہذیب بھی ہے لیکن جیسے جیسے زمانۂ نبوت سے دوری ہوتی گئی مسلمانوں میں غیر اسلامی رسوم و رواج داخل ہوتے گئے۔ ہندوستان کے آخری مسلمان بادشاہوں یعنی مغلوں کے تمدن کو دیکھا جائے تو اس میں بمقابلہ زمانہ سابق کے کافی تبدیلی نظر آئے گی"[۲]

اصلاح تمدن کا کام

مسلمانوں میں اصلاح تمدن و معاشرت کا جذبہ ہر ملک، ہر دور اور ہر زمانہ میں رہا ہے۔ اگر صورت حال اس کے برعکس ہوتی تو آج کے دور میں ہم جس حد تک مسلمان نظر آتے ہیں ایسی کیفیت ہرگز نہ ہوتی۔

اورنگ زیب کی وفات ۱۷۰۷ء کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی قوت تیزی کے ساتھ رو بہ زوال ہو گئی اس کے ساتھ ہی ساتھ مسلم سوسایٹی میں بھی ہر قسم کی کمزوریاں جنم لینے لگیں۔ اصلاحی، مذھبی اور سماجی تحریکوں کی ناکامی کا سبب بھی غیروں سے زیادہ خود ہم بن گئے لیکن ان تمام موانعات کے باوصف بیشمار بزرگوں، مبلغوں، اور صوفیائے کرام نے اپنے مشن کو جاری رکھا۔ دھلی میں شاہ عبدالرحیم کے خانوادہ کی اعلیٰ دینی اور اصلاحی تحریکات اور قربانیوں سے کون انکار کر سکتا ہے۔ بنگال میں مولوی شریف اللہ نے احیائے دین کے واسطے بہت کچھ کیا۔
سید احمد شہید رائے بریلوی نے بھی سرحد میں جہاد کرنے سے

قبل اور اس کے دوران مسلمانوں کی مذہبی ، معاشرتی اور ذہنی تطہیر پر خصوصاً زور دیا ۔

جناب الیاس برنی لکھتے ہیں :

"اصلاح معاشرت قومی زندگی اور قومی ترقی کا ایسا اہم جزو ہے جس کے بغیر ترقی دشوار ہے ۔ مسلمانوں کے غلط اوہام ، تباہ کن رسوم نے ان کی معاشرتی زندگی کو خطرناک افلاس کے درجہ تک پہنچا دیا ہے"

ہندوستان میں موانعات تعلیم میں ایک بڑا سبب قومی افلاس بھی تھا :

"کانفرنس نے ۱۸۸۸ء میں اپنے روز پیدائش سے دو سال بعد اس خرابی کو محسوس کرکے نا مشروع اور قبیح رسوم کے خلاف آواز بلند کی ۔ اس نے زکوٰۃ کے روپیہ کا بہتر مصرف مسلم یتامیٰ کی تعلیم پر خرچ کرنے کو قرار دیا"

کانفرنس کے جلسوں میں اصلاح تمدن و معاشرت کا علیحدہ اجلاس ہوتا تھا ۔ ان اجلاسوں کے خطبے بڑے پر اثر ہوتے اور ملک کے طول و عرض میں مسلمان ان کے اثرات قبول کرتے تھے ۔

آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ اسکولوں میں دینیات کا بندوبست لازمی طور پر کیا جاتا ہے جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اس بارے میں سب سے پہلے کانفرنس نے ہی قوم کی توجہ مبذول کرائی تھی ۔ ۱۸۹۸ء کے اجلاس کانفرنس لاہور میں یہ تجویز پاس ہوئی کہ اصول دین کا امتحان پاس کرنا علی گڑھ کالج کے طلبہ کے لیے لازمی کیا جائے ۔ اس تجویز پر پوری طرح عمل ہوا ۔

کانفرنس مغربی تعلیم کے حق میں تھی لیکن مغربی تہذیب کے برے اثرات سے قوم کے نونہالوں کو بچانا چاہتی تھی ۔ ہندوستان کے جو مسلمان طلبہ انگلستان جاتے تھے وہ قدرتاً وہاں کی آزادانہ روش سے متاثر ہوتے تھے ۔ چنانچہ کانفرنس نے ۱۸۹۱ء میں تجویز پاس کی کہ انٹرمیڈیٹ پاس کرنے سے قبل مسلمان طالب علموں کو ولایت نہ بھیجا جائے وغیرہ۔

جب مسلمانوں نے تعلیمی تحریک شروع کی اس وقت مسلمان طالبات کا علیحدہ نصاب نہایت ناقص تھا ۔ کسی قوم کی ترقی میں خواتین کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے ۔ ۱۹۰۰ء میں کانفرنس نے اپنے اجلاس رام پور ، یو پی

نے اس پہلو پر بھی توجہ مبذول کی اور مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس کیا:

''اس کانفرنس کی رائے میں مسلمان لڑکیوں کی توسیع معلومات ترقی و تہذیب کے لیے ضروری ہے کہ علاوہ دینیات کے ابتدائی حساب، تاریخ، جغرافیہ، طبیعات و اخلاق کی بھی تعلیم ہو اور اس غرض کے واسطے سہل کتابیں تصنیف کی جائیں جو مسلمان لڑکیوں کی ضرورت کے موافق ہوں''۔

کانفرنس کا شعبۂ اصلاح و تمدن و معاشرت و مواعظ اور گفتگوؤں کے علاوہ عملی کام کی بھی ترغیب دیتا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں خواجہ غلام الثقلین سیکرٹری شعبہ نے اپنی رپورٹ میں فرمایا:

۱۔ اندازاً پانچ سو رسالے ''بیکاری'' صیغہ نے اور اسی قدر مولوی غلام محمد ایڈیٹر ''الوکیل'' امرتسر نے تقسیم کیے۔

۲۔ لیکچر اصول و اصلاح اکثر علماء اور عوام میں تقسیم کیے۔

۳۔ مضمون ''اصلاح کی ضرورت'' پیسہ اخبار لاہور میں مسلسل شائع ہوا۔

۴۔ مولوی غلام محمد منشی بیرسٹر راج کوٹ نے رسالہ جات مؤلفہ صیغہ کا ترجمہ گجراتی میں شائع کیا۔

۵۔ گداگری کے خلاف مسلسل مضامین پیسہ اخبار لاہور میں شائع ہوئے۔

کانفرنس کے شعبۂ اصلاح تمدن کے سیکرٹری خواجہ غلام الثلقین نے ایک رسالہ ''عصر جدید'' جاری کیا تھا جس کی جلدیں فی الوقت نایاب ہیں۔ کانفرنس کی رپورٹ بابت ۱۹۰۵ء میں اس رسالہ میں شائع شدہ چھ مضامین کے عنوانات شائع ہوئے تھے۔ جو درج ذیل ہیں۔ یہ سب کے سب اصلاحی مضامین تھے۔

(۱) مارواڑ بمبئی سندھ کے مسلمانوں کی تمدنی حالت:

''شادی غمی، شب برات، خانہ داری، نکاحوں میں بے احتیاطی، گداگری وغیرہ پر مضامین دیسی صنعت و حرفت۔ ہندوستان کی مالی حالت۔ اسلام اور اصلاح تمدن۔ دین و دنیا کا تعلق۔ اخباروں کی حالت۔ اصول معاشرت۔ قومی اتفاق وغیرہ۔ شعبہ کے سیکرٹری نے اصلاحی لیکچروں کے سلسلہ میں لکھنؤ۔ پٹیالہ۔ امرتسر اور پانی پت وغیرہ مقامات کا دورہ بھی کیا۔

جب اس شعبہ کا چارج مولانا سید طفیل احمد منگلوری نے سنبھالا تو اس کا ڈھنگ ہی بدل گیا۔

مولانا نے رسالہ ''سود مند'' جاری کیا جس نے کئی سال اصلاح تمدن و معاشرت کی مفید خدمات انجام دیں۔ مولانا کی سربراہی میں مسلمانوں نے اپنے کلچر، تہذیب و تمدن کے احیاء کی نئی نئی راہیں اختیار کیں۔ ''سرمایہ داروں کی غلامی اور مسلمان'' کے عنوان سے مولانا نے ایک معرکتہ الآرا خطبہ ۱۹۲۷ء میں ارشاد فرمایا۔ ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''مسلمان سمجھتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مذہب میں پختہ ہیں ان کے اخلاق اچھے ہیں تو افلاس انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر دقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں روپیہ نہ ہونے سے مذہب بھی صحیح سالم نہیں رہتا۔ ہزاروں بھوکے مسلمان تبدیل مذہب کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں (جیسا کہ اس وقت بنگلہ دیش میں ہو رہا ہے)۔

... قلت معاش کا نتیجہ یہ ہے کہ مردم شماری کے نقشہ۳ میں گداگروں کسبیوں اور مجرموں کے عنوانات کے تحت مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ نظر آتی ہے''۔

اس مقالہ کے آخر میں مولانا نے مسلمانوں کو مشورہ دیا تھا کہ:

(۱) پس انداز کرنے کی عادت ڈالیں۔

(۲) انجمن ہائے امداد باہمی و تجارتی بینک قائم کریں۔

(۳) زندگی کا بیمہ کرائیں۔

(۴) بچوں کو کفایت شعاری پر انعامات دیں۔

(۵) بچوں کو سادہ کھانا پکانا سکھانا۔

(۶) بچوں کو چھوٹے چھوٹے تجارتی کاموں پر لگانا وغیرہ۔

۱۹۵۱ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کا کراچی میں احیاء ہوا۔ یہ ادارہ مالی وسائل کی نایابی اور شدید موانعات کے باوصف صرف تین سال بعد ایک عظیم الشان لڑکیوں کا کالج قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ کالج اور اسکول تو بے شمار ملک کے طول و عرض میں قائم ہیں لیکن سرسید گرلز کالج کراچی ایک تحریک اور ایک جذبہ کا نام ہے۔ ۱۹۷۲ء میں گورنمنٹ نے اس کو قومی تحویل میں لے لیا لیکن آج بھی اس کالج کی سابقہ اور موجودہ ایک لاکھ سے زائد طالبات اپنی اسلامیت، سنجیدگی اور

قابلیت کے لحاظ سے منفرد حیثیت کی مالک ہیں۔

کانفرنس نے جولائی ۱۹۵۱ء میں اپنا سہ ماہی رسالہ "العلم" جاری کیا جو گزشتہ ۲۹ سال سے عم محترم سید الطاف علی بریلوی کی ادارت میں بہ پابندی وقت شائع ہو رہا ہے۔ اس رسالہ کے ذریعہ کانفرنس نے قوم کے تعلیم یافتہ طبقہ کے واسطے تاریخ، تعلیم، ادب، سائنس، تہذیب و تمدن، کلچر اور معاشرت کے موضوعات پر بیش بہا خزانے پیش کیے ہیں۔

کانفرنس نے اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ قائم کی۔ اس ادارہ کے تحت تاریخ التعلیم بزبان انگریزی کی طباعت کے منصوبہ پر عمل کیا گیا جس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ یہ پروفیسر محمد حامی الدین خاں کی تصنیف ہیں اور ۱۸۵۴ء تک محیط ہیں۔ بنگال (حال بنگلہ دیش)، صوبہ سندھ، صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد کے مسلمانوں کی تعلیمی جد و جہد پر مبنی راقم السطور کی کتابیں اردو زبان میں شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکی ہیں۔ صوبہ بلوچستان کی تعلیم پر کتاب پروفیسر انور رومان نے لکھی ہے اور کانفرنس کی مطبوعات میں شامل ہے۔

اسلامی تاریخ۔ تہذیب و تمدن و معاشرت کے شعبوں سے متعلق اعلیٰ درجہ کا مواد شائع کرنے کی جد و جہد جاری ہے۔

عہد اسلامی میں علمی ترقی (این۔ این لا)

مسلمانوں کا نظام تعلیم (از پروفیسر سعید احمد رفیق)

مسلم خواتین کی تعلیم (از محمد امین زبیری)

تعلیمی مسائل، پس منظر اور پیش منظر (از سید الطاف علی بریلوی)

تاریخی شہ پارے (از مرزا علی اظہر برلاس)

عہد بنگش کی سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ (مرتبہ پروفیسر محمد ایوب قادری)

حیات حافظ رحمت خاں (از سید الطاف علی بریلوی)

تاریخ شاہ عالم (مترجمہ ثناءالحق صدیقی)

انگریزوں کی لسانی پالیسی (از سید مصطفیٰ علی بریلوی)

مذہبی اور دینی سلسلہ میں کانفرنس کی جانب سے شائع ہونے والی کتب میں:

شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات (از مولانا اعجازالحق قدوسی)

تعلیمات حضرت شاہ مینا (از خصلت حسین صابری)
نظام مصطفیٰ کیا ہے ؟ (از جسٹس قدیرالدین احمد)
راہ و منزل (از جسٹس قدیرالدین احمد)
مسئلہ علم ، مسلم مفکرین کی نظر میں (از مولانا یعقوب بخش راغب)
صوفیائے سندھ اور اردو (از پروفیسر محمد معین الدین دردائی (علیگ)
صوفیائے بہار اور اردو (از پروفیسر محمد معین الدین دردائی (علیگ)
مشرق و مغربی تہذیب (از ڈاکٹر احسان محمد خاں)
قابل ذکر ہیں ۔

کانفرنس نے ایک کالج آف اورینٹل اسٹڈیز اپنے ابتدائی دور میں قائم کیا تھا جس کے تحت عالم ، فاضل اور کامل کی سطح کے امتحانات کا بندوبست کیا گیا تھا ۔ یہ کالج کامیابی کے ساتھ کافی عرصہ تک چلتا رہا ۔

کانفرنس نے اپنے پہلے اجلاس ۱۹۵۲ء میں ایک قرارداد اسلامیات کے نصاب کے بارے میں پاس کی تھی ۔ خدا کا شکر ہے کہ حکومت نے اب اس موضوع کو پورے طور پر اپنا لیا ہے اور شب و روز پیش رفت ہو رہی ہے ۔ قرارداد درج ذیل ہے ۔

''شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ سے سفارش کرتا ہے کہ ابتدائی درسیات سے اعلیٰ مدارج تک اسلامیات کا نصاب مقرر کرے ۔ اس کے لیے ضروری کتابیں مہیا کرے''۔

ایک رزولیوشن طالبات کے لیے علیحدہ نصاب تعلیم مقرر کرنے کے بارے میں تھا ۔ خدا کا شکر ہے آج طالبات کے واسطے علیحٰدہ نصاب تعلیم موجود ہے ۔

ایک اور تجویز میں کہا گیا کہ اسلامی تمدن ۔ تاریخ و ادب کی قدیم شائع شدہ اور غیر شائع شدہ کتب کے تحفظ اور بنا کے واسطے موثر اقدام کیے جائیں ۔

نیشنل آرکایوز گورنمنٹ پاکستان اس سلسلہ میں خاصہ کام انجام دے چکا ہے ۔ لیکن کراچی میں ادارے کی سرگرمیاں محدود سے محدود تر ہو جانے کی وجہ سے افادۂ خلق میں کمی ہوگئی ہے ۔ ضرورت ہے کہ کراچی کے حصہ کو ترقی دی جائے کیونکہ راولپنڈی استفادہ کی غرض سے آنا اورٹھیرنا ایک عام پاکستانی کے واسطے آسان کام نہیں ہے ۔

کانفرنس کے اجلاس ۱۹۷۴ء میں حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ ایسا ماحول پیدا کرے جس سے اسلام ، تعلیم کا مرکزی مقصد بن کر قومی افق پر نمایاں ہو ۔

یہ امر موجب طمانیت ہے کہ آج اس کیفیت کا علمی مشاہدہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ۔

کانفرنس نے ابتدائی تعلیم کے لیے مساجد کے مناسب استعمال کا روزلیوشن اپنے اجلاس ۱۹۷۵ء میں پاس کیا تھا ۔ روزلیوشن کے الفاظ یہ تھے ۔

"کانفرنس کے مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ اسکولوں اور کالجوں کی عمارتوں میں متناسب گنجائش کے خلاف طلبہ کی تعداد بڑھ رہی ہے ساتھ ہی سینکڑوں مساجد ایسی ہیں جن سے توسیع تعلیم کا کام لیا جا سکتا ہے ۔ متولی صاحبان کے اتحاد و عمل سے ان کو کام میں لایا جا سکتا ہے ۔ مساجد کے اماموں کو جز وقتی ٹیچر ، قرآن شریف ۔ مادری زبانیں اور نماز پڑھانے کے لیے مقرر کیا جا سکتا ہے ۔ دن کے بیشتر حصہ میں بالخصوص نماز عصر سے قبل تک مساجد کسی کام میں نہیں لائی جاتی ہیں ۔ زیر تعلیم بچے ظہر کے وقت نماز باجماعت پڑھ کر مساجد کے متبرک ماحول سے بھی مستفید ہو سکتے ہیں ۔

اگر مسجدوں کو پرائمری اسکولوں کے کام میں لایا جائے تو وہ عمارتیں جو آج کل ان کے استعمال میں ہیں ان کو اونچی کلاسوں کی تعلیم کے کام میں لایا جا سکے گا ۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ابتدائی تعلیم کی کلاسوں کا نصاب اختلافی نہیں ہوتا ہے یہ خوشی کی بات ہے کہ مسجد اسکیم جس پر پہلے صرف سابق ریاست بہاول پور میں عمل ہو رہا تھا آج پورے ملک میں اپنالی گئی ہے ۔ لیکن اس سلسلہ میں جوش عمل ، بھرپور سرمایہ اور تنظیم کی اشد ضرورت ہے اس کے بغیر مفید سے مفید کام بے روح ہو جائے گا ۔

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس اسلامی تاریخ ، مسلمانوں کی علمی ، تعلیمی ، معاشرتی اصلاح کے واسطے اس وقت بھی اپنے محدود وسائل کے ساتھ فعال ہے ۔ اور خاموشی کے ساتھ ملک میں مثبت انداز میں ذہنی انقلاب لانے کے واسطے ملک کے دیگر اداروں اور حکومت سے مختلف سطح پر تعاون کرکے کام کر رہی ہے ۔ خدا کی ذات سے امید ہے کہ کانفرنس اپنے مقاصد میں پوری طرح کامیاب ہوگی ۔

اس وقت کانفرنس کا رسالہ ''العلم'' اپنا انتیسواں سال پورا کر رہا ہے - کانفرنس کے کتب خانہ میں چودہ پندرہ ہزار کتب موجود ہیں - ایک تاریخی اور تعلیمی تصویری میوزیم قائم ہے - تاریخی ، مذہبی اور علمی موضوعات پر نوے مطبوعہ کتب کے علاوہ کئی اہم موضوعات پر کام جاری ہے -

بھارت میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی سرگرمیاں انتہائی محدود پیمانے پر جاری ہیں - کانفرنس کے تین سالانہ اجلاسوں کی رپورٹیں (۱۹۶۳ ، ۱۹۷۲ اور ۱۹۷۸ء) ہمارے سامنے ہیں - یہ رپورٹیں بھارتی مسلمانوں کی بے بسی اور تعلیمی انحطاط کی منہ بولتی تصویر پیش کرتی ہیں لیکن چونکہ فی الوقت ہم کو اس پہلو پر گفتگو کرنا مقصود نہیں ہے اس لیے اب میں اپنا مقالہ ختم کرتا ہوں -

حواشی

۱- مقالہ ''سرسید کی مذہبی و تعلیمی و سیاسی خدمات'' العلم ، کراچی بابت جنوری تا جون سنہ ۱۹۵۵ء -

۲- بحوالہ مقالہ الفرقان ، لکھنو جلد ۶ ، نمبر ۶ بابت جمادی الاخری ۱۳۵۸ ہجری -

۳- صفحات ۲۷ ، ۲۸ ، ۳۰ ، ۳۱ مطبوعہ نظامی پریس ، بدایون ، ۱۹۲۷ء -